

قرآن کریم اور سنت نبویؐ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی تعلیمات کا علمبردار

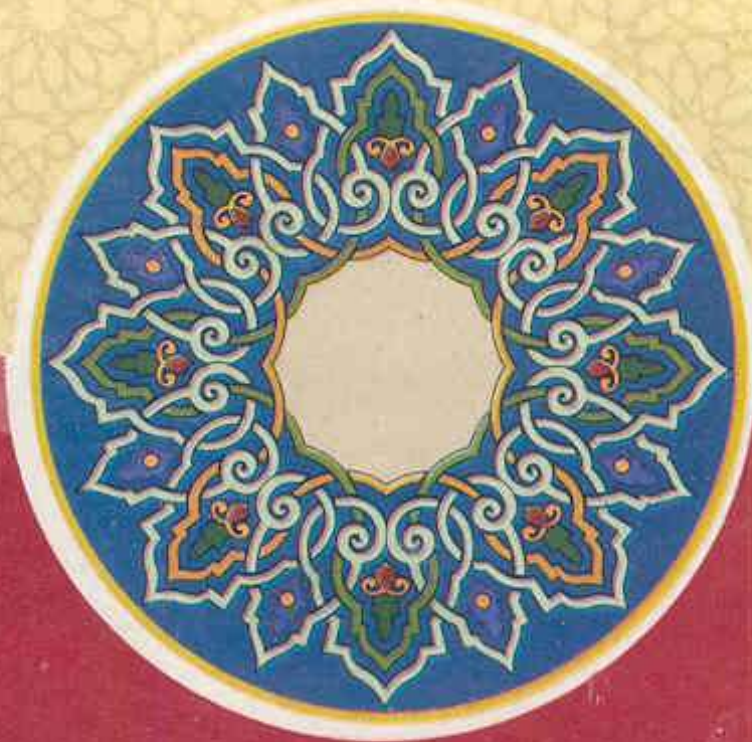


ماہنامہ

کراچی

بیان

ربیع الثانی ۱۴۳۰ھ اپریل ۲۰۰۹ء



بانی: محدث العصر حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ

جامعۃ العلوم الاسلامیۃ

علامہ محمد یوسف بنوری ٹاؤن کراچی

www.banuri.edu.pk



مشاجرات صحابہ میں راہ اعتدال

ابو حفص احمد عالم، کراچی

حضرت معاویہ بن ابی سفیانؓ جلیل القدر صحابی ہیں، دیگر کبار صحابہ کرامؓ کی طرح آپ کے فضائل و مناقب بھی بطور خاص ذخیرہ حدیث میں موجود ہیں، آپ نے اندرونی و بیرونی خلفشار کی بھرمار میں ایسی مثالی و مستحکم اسلامی سلطنت کا عملی نمونہ پیش فرمایا جس سے بعد کی اسلامی خلافتوں پر تادیباً پاشی ہوتی رہی۔

آپ کی امارت و خلافت کے اندرونی استحکام اور اغیار پر دہشت و ہیبت کا اعتراف اپنے پرائے سب ہی کرتے ہیں، الغرض آپ کا دور خلافت آپ کی شخصیت و کردار تاریخ اسلام کا تابناک دور گزرا ہے، مگر فارسی مجوسیت اور سبائی پروپیگنڈے کا گرد و غبار اسلامی دنیا میں اس قدر پھیلا کہ وہ سب کچھ عام مسلمانوں کی نظروں سے اوجھل ہو کر رہ گیا۔

چنانچہ حضرت معاویہؓ کی پوری اسلامی زندگی اور تاریخی قربانیوں سے صرف نظر کرتے ہوئے ایک واقعہ کو آپ کے تعارف و کردار کا مدار و انحصار بنا دیا گیا، جسے ایک جلیل القدر صحابی کے ساتھ نا انصافی اور زیادتی کے سوا کچھ نہیں کہا جاسکتا، یہ ایک ایسی زیادتی ہے کہ اگر حضرت معاویہؓ کی جگہ بعد کا کوئی مسلمان حکمران ہوتا تو بھی ناقابل فراموش تھی۔

بلاشبہ اہل سنت والجماعت کے نزدیک قضیہ مذکورہ میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ حق پر اور حضرت معاویہؓ اجتہادی غلطی پر تھے۔

نیز حضرت علیؓ اپنے مذکورہ موقف کے علاوہ ذاتی فضائل و مناقب کے اعتبار سے بھی حضرت معاویہؓ پر اسی افضلیت و برتری سے باوصف تھے جو فضیلت و برتری حضرات شیخین کو حضرات ختین پر حاصل تھی۔

مذکورہ قضیہ میں حضرت علیؓ اور حضرت معاویہؓ کے باہمی جھگڑے اور مشاجرت کی وہی حیثیت ہے جو حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام کے باہمی جھگڑے اور مشاجرت کی تھی، ان دونوں



جس میں ثواب کی امید ہو وہ مصیبت اس نعمت سے بہتر ہے جس کا شکر ادا نہ ہو۔ (حضرت علیؓ)



بھائیوں کا واقعہ قرآن کریم میں بھی مذکور ہے، قرآن کریم نے دونوں کے واقعہ میں فیصلہ نہیں فرمایا، بلکہ بنی اسرائیل میں بھی کوئی ایسے گروہ سامنے نہیں آئے جو ان دونوں بھائیوں کے درمیان حق و حق تلاش کرنے کے لئے عدالت لگا کر بیٹھے ہوں اور اپنی رائے کے مخالف کو طعن و تشنیع کا نشانہ بنایا ہو۔

مگر افسوس ہے کہ امت محمدیہ ﷺ کی طرف نسبت کرنے والے بعض طبقے یہودیوں کے اس عمل کا شکار ہو گئے جس عمل کو یہودیت کی پوری تاریخ میں توجہ نہیں مل سکی تھی، امت محمدیہ میں سے جس گروہ نے سب سے پہلے ہلاکت کی اس وادی کو آباد کرنے کا راستہ اپنایا وہ درحقیقت ابن سبا یہودی کا سازشی جتھا تھا جس نے دین مسیحی کو مسخ کرنے والے پولس نامی یہودی کے طرز پر دین اسلام کی بیخ کنی کا مشن سنبھالا تھا، سند چونکہ دین اسلام کا خاصہ ہے اور اس سند کی پہلی اینٹ صحابہ کرامؓ ہیں، جسے اپنی جگہ سے ہلائے بغیر ابن سبا اور فارسی مجوسیت کی سازش کے پاؤں جمننا مشکل تھا، اس لئے اس نے صحابہ کرامؓ کو مطعون کرنا اور ان کی عیب جوئی کا سلسلہ شروع کیا تا کہ امت کا صحابہ سے اعتماد اٹھ جائے۔

چنانچہ حضرت عثمان بن عفانؓ کے دور خلافت میں پیش آنے والے واقعات سے لے کر حضرت معاویہ بن ابی سفیانؓ تک طعن و تشنیع کا سارا طوفان اسی سلسلہ سیئہ کی کڑیاں ہیں۔

بالخصوص حضرت معاویہؓ کے ساتھ صریح نا انصافی بلکہ بغض و حسد کا عالم ہے کہ اس وقت امت کا بہت بڑا طبقہ آپ کا مقام و مرتبہ معلوم کرتے ہوئے تعفن زدہ تاریخی روایتوں پر تو انحصار کرتا ہے مگر دربار نبوت سے صادر شدہ آپ کے فضائل و مناقب اور آپ کی لازوال دینی خدمات اور بے مثال انتظامی کمالات سے یہ طبقہ آنکھیں موندھے ہوئے ہے۔

دوسری طرف ایک طبقہ ایسا بھی پایا جاتا ہے جس نے حضرت معاویہؓ کے دفاع و حمایت کے عنوان سے وہی کارستانی دکھائی جس کی پاداش میں آپ کے مخالفین و معاندین کو ضلالت و گمراہی کے طوق پہنائے گئے تھے، یعنی جس طرح حضرت معاویہؓ کی توہین و تنقیص، ضلالت و مصلحت کا سبب بنی تھی بعینہ اسی طرح یہاں بھی ہوا اور اس طبقہ نے خوارج و روافض کے بعد ”ناصبیت“ کی نئی شناخت قائم کر لی اور اپنی مذہبیت کا معیار یہ بنالیا کہ روافض نے حضرت معاویہؓ کو جس قدر نیچا دکھانے کی کوشش کی ہے، اس کا تدارک اور بدلہ یہی ہے کہ ان کے مقابلے میں العیاذ باللہ! حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور آل بیت علیہم الرضوان کو مطعون کیا جائے اور حتی الوسع نیچا دکھایا جائے۔

اگر ناصبیت کی یہ روش شرعاً درست ہو اور اسلام کے مطابق قرار پاتی ہو تو پھر روافض و خوارج کو اسلام سے برگشتہ کہنے کی کوئی وجہ نہیں رہے گی، مگر تمام فقہاء و محدثین کے نزدیک ہر دو انتہائیں دین اسلام سے متصادم ہیں، فقہاء و محدثین کے موقف کی واضح بنیاد نبی اکرم ﷺ کا وہ ارشاد گرامی ہے جس میں فرمایا گیا ہے کہ:



”حضرت علیؓ کی وجہ سے دو گروہ ضلالت و ہلاکت کا شکار ہوں گے: ایک آپ سے بغض،
عناد و عداوت رکھنے والا اور دوسرا آپ کی ذات و محبت میں غلو کرتے ہوئے حد سے گزر
جانے والا۔“

جو فرد اور طبقہ اخلاص کے ساتھ دین اسلام کی طرف نسبت کرتا ہو اس نسبت کی صداقت کا
معیار یہ ہے کہ وہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور حضرت معاویہؓ کے بارے میں رائے قائم کرتے ہوئے
حضور ﷺ کے ارشاد بالا کو اپنے سامنے رکھے اور اپنے رب کو اس پر گواہ بنا لے۔

یہاں پر فتنہ آلود ذہنیت پھر سوال کر سکتی ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے ساتھ مخالفت
و مخالفت کا سلسلہ تو جنگ جمل ہی سے شروع ہو چکا تھا، کیا ان دونوں جنگوں میں آپ کے مخالف حدیث
بالا کا مصداق نہیں ہوں گے؟ اس فتنہ پرور ذہنیت اور زہر آلود فکر سے صراطِ مستقیم کے پیروکاروں کو
بچانے کے لئے ہمارے اکابر نے گمراہی پر وف زین اصول کی رہنمائی فرمائی ہے۔ ذیل میں وہ
اصول ذکر کئے جاتے ہیں، کیونکہ اس وقت شاہراہ شریعت کے کنارے کئی ایسے لوگ بھی جلوہ گر ہیں جو
دستار کے دھوکے اور گفتار کے سحر کے ذریعہ راہِ اعتدال پر راہزنی کے مرتکب ہو رہے ہیں اور سادہ لوح
عوام تشویش یا ان کے دام تزویر کا شکار ہو رہے ہیں۔

۱۔ صحبت (صحابی ہونا) اللہ تعالیٰ کی طرف سے رضا و رضوان کا ذریعہ بن چکی ہے، قرآن کریم
کا اعلان ہے کہ اللہ تعالیٰ صحابہ کرامؓ سے اور صحابہ کرامؓ اللہ تعالیٰ سے راضی ہو چکے ہیں، اس نسبت اور
مقام کی نفی کوئی نہیں کر سکتا، کوئی شخص ایسا نہیں ہے جو اس نسبت کو کسی صحابی سے سلب کر سکے یا اس کے
بارے میں محرومی کا فیصلہ کر سکے۔

۲۔ نبی اکرم ﷺ کے صحبت یافتہ اساطین امت کے بارے میں امت کے سلف و خلف کا
اتفاق ہے کہ وہ تمام کے تمام احکام دنیا میں عادل اور انجام اخروی میں ناجی ہیں، ان کے بارے میں
فسق و فجور کا فیصلہ کرنے کا مجاز ہرگز کوئی نہیں۔ ہاں ایسا شخص خود فسق و فجور کا مرتکب ضرور ہو جائے گا بلکہ
صحابہ کرامؓ کی صحبت کے بیان پر مشتمل آیات مبارکہ اور فرامین نبوی سے معارضہ کی وجہ سے ایسے شخص کے
بارہ میں کفر کا اندیشہ ضرور ہے۔

۳۔ مشاجرات صحابہ حقیقت واقعہ ہیں، قرآن کی جن آیات سے اس حقیقت واقعہ کی
طرف اشارہ ملتا ہے، انہیں آیات سے طرفین و طائفین کا مؤمن ہونا بھی صاف طور پر معلوم ہوتا ہے یعنی
صحابہ کرامؓ کے مشاجرات کی وجہ سے کسی ایک طائفہ سے صحابیت اور ایمان کی نسبت کو سلب نہیں کیا
جاسکتا، ورنہ ایسے شخص کا اپنا ایمان سلب ہو جائے گا۔

۴۔ صحابہ کرامؓ آپس کے معاملات کے حل اور تصفیہ کے خود ہی مجاز تھے، ان کے معاملات میں

موازنہ و مقارنہ کرنے کے لئے نہ تو انہوں نے بعد والوں کو اپنا حکم (ثالث) مقرر کیا ہے نہ ہی وہ اس بات کے اہل ہو سکتے ہیں کہ وہ اپنوں سے ہزار ہا درجے بڑوں کے معاملات کے لئے عدالت قائم کرتے ہوئے کرسی قضا پر براجمان ہو سکیں۔

۵۔ مشاجرات صحابہ کرام کو بیان کرنا جس سے کسی صحابی کی توہین و تنقیص کا پہلو نکلتا ہو قطعاً ناجائز ہے۔ (الناصیۃ عن طعن معاویہ)

ان مختصر اصولوں کی روشنی میں حضرت معاویہؓ کی شخصیت اور ان کے ساتھ تاریخی روایتوں کی بناء پر روار کھے گئے برتاؤ کا اگر جائزہ لیا جائے تو یقیناً معلوم ہوگا کہ جس طرح حضرت علیؓ کی توہین و تنقیص اور ان کی گستاخی و بے ادبی کے مرتکب لوگوں کا دین اسلام کے ساتھ کوئی تعلق نہیں اسی طرح حضرت معاویہ بن ابی سفیانؓ کی توہین و تنقیص اور بے ادبی و گستاخی کرنے والوں کا بھی دین اسلام کے ساتھ کوئی تعلق نہیں بلکہ بجا طور پر یہ کہا جاسکتا ہے کہ ایسے لوگوں کا روحانی سلسلہ فارسی مجوسیت اور سبائی یہودیت کا تسلسل اور اسی کی تصویر ہے۔

ذرا غور فرمائیے کہ حضرت معاویہؓ صرف صحابی ہی نہیں بلکہ مقرب صحابہ میں سرفہرست ہیں آپ نے حضور ﷺ کی معیت میں اور ان کے بعد اسلام کے لئے عظیم خدمات انجام دی ہیں۔ یہ سب کچھ سیر و حدیث کے ذخیرہ میں محفوظ ہے آپ کی رائے اور عمل کی موافقت میں لا تعداد صحابہ کرامؓ تھے امت مسلمہ کے اجماع کی رو سے سارے صحابہ بشمول حضرت معاویہؓ عادل اور محفوظ تھے حضرت معاویہؓ کی اس حیثیت و مرتبت سے آنکھیں موندھتے ہوئے ذخیرہ حدیث و سیر کو پس پشت ڈالتے ہوئے حیل و شورش کے زمانے میں ترتیب پانے والی تاریخی روایتوں کو بنیاد بنا کر آپ کو مشاجرات کی بابت مجرم قرار دینا شرعاً ناجائز بلکہ اپنے ایمان و عمل کا ضیاع ہے ایسا کرنے والے کا مقام و مرتبہ اس نادان سے کم ہرگز نہیں ہوگا جو سورج کو اپنے بدبودار تھوک سے مکدر کرنے کے لئے کوشاں و سرگرداں ہو۔

اللہ تعالیٰ ہمیں صحیح سمجھ نصیب فرمائے اور ایسے اعمال و کردار سے محفوظ رکھے جو ہمارے ایمان و عمل

کے ضیاع کا باعث بنتے ہوں آمین